حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ

دوامِ حدیث

ظنّ و یقین

کیا حدیث ظنی ہونے کی بنا پر ناقابلِ احتجاج ہے؟

انکارِ حدیث کے فتنہ کو بھڑکانے اور پھیلانے والے، حدیث رسولِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لیے بھی ناقابلِ احتجاج ٹھہراتے ہیں کہ حدیث ظنی ہے اور ظنی چیز دین نہیں بن سکتی لہ اس لیے مناسب ہے کہ دلیل کے بارہ میں کچھ گذارشات اہلِ علم کی خاطر پیش کر دی جائیں ——————

دلیل —— دلیل کی تین قسمیں

① قیاس منطقی ② استقراء ③ تمثیل یا فقہی قیاس

قیاسِ منطقی:

قیاسِ منطقی میں کلی سے جزئی پر استدلال ہوتا ہے جیسے انسان کے جسم کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ حیوان ہے اور ہر حیوان جسم ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ انسان جسم ہے۔ اس کلام میں "ہر حیوان جسم ہوتا ہے" کلی ہے۔ "انسان جسم ہے" یہ جزئی ہے۔ پہلے سے دوسرے کو ثابت کیا گیا ہے۔

استقراء:

استقراء میں جزئی کو ثابت کیا جاتا ہے جیسے یہ کہا جائے کہ ہر حیوان کھاتے وقت نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے

لہ مقام حدیث۔

اس کلی کو اس طرح ثابت کیا جائے کہ تمام حیوانوں کو کھاتے ہوئے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا جبڑا ہلاتے ہیں۔ جب ثابت ہو جائے کہ سب حیوان کھاتے وقت نچلا ہی جبڑا ہلاتے ہیں تو پہلا کلام ثابت ہو جائے گا۔ اگر یہ تتبع اور استقراء تام کی بنا پر ہو تو بات یقینی ورنہ ظنی ہوتی ہے اور استقراء اکثر ظنی ہی ہوا کرتا ہے۔

تمثیل

تمثیل میں جزئی کو جزئی سے ثابت کیا جاتا ہے جیسے یہ کہا جاوے کہ بھنگ حرام ہے کیونکہ اس میں شراب کی طرح نشہ ہے اور شراب چونکہ نشہ کی وجہ سے حرام ہے اس لیے بھنگ بھی حرام ہوئی۔ اگر علت قطعی ہو تو حکم قطعی ہوگا ورنہ ظنی، اور تمثیل بھی اکثر ظنی ہوتی ہے۔ اس لیے منطقی کہتے ہیں کہ قیاس قطعی ہوتا ہے مگر استقراء اور تمثیل دونوں ظنی ہوا کرتی ہیں اور یہ حکم کثرت کی بنا پر لگایا جاتا ہے نہ کہ کلی طور پر۔

پھر دلیل جن فقروں (جملوں) سے بنتی ہے ان میں سے بھی کچھ یقینی ہوتے ہیں اور کچھ ظنی اور کبھی سب ظنی ہوتے ہیں اور کبھی سب یقینی۔

یقین

یقین اس اعتقاد کا نام ہے جو واقع کے مطابق پختہ ثابت رہنے والا ہو۔ اگر واقع کے مطابق ہو جیسے عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح، اللہ ہے تو اس کو یقین نہیں کہا جاتا بلکہ اسے مرکب کہتے ہیں اور اگر پختہ اعتقاد ہو جیسے عام استقراء اور عام تمثیل کی بنا پر اعتقاد ہو جو ظن کے مرتبہ میں ہوتا ہے تو اس کو بھی یقین نہیں کہتے بلکہ ظن کہتے ہیں۔

اسی طرح وہ اعتقاد جس کی بنا کسی کے قول پر ہو، اگرچہ پختہ ہی کیوں نہ ہو اسے بھی یقین نہیں کہتے کیونکہ وہ ثابت اور باقی نہیں رہتا بلکہ کسی کے شبہہ اور شک میں مبتلا کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اسی لیے اس کا نام یقین کی بجائے تقلید رکھا گیا ہے۔

فقرے (جملے یا مقدمات) مندرجہ ذیل باتوں میں ہوں تو یقینی ہوتے ہیں:

۱۔ اولیات

اولیات ان باتوں کو کہتے ہیں جن سے انسان فوراً واقف ہو کر یقین کر لے۔ اس لیے کہ بعض باتیں سب

کے نزدیک واضح ہوتی ہیں کیونکہ انسان کے دماغ میں ان کا گذر ہوتا رہتا ہے جیسے کہ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔

۲۔ مقدمات

مقدمات (فقرے) وہ ہیں جن میں غور کرنے سے ان کے دلائل بھی فوراً ذہن میں حاضر ہو جائیں جیسے یہ بات کہ چار کا عدد جفت (جوڑا) ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ دو برابر کے حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جب چار ذہن میں آتا ہے تو فوراً اس کا دو برابر حصوں میں تقسیم ہونا بھی ذہن میں آجاتا ہے۔

۳۔ مشاہدات

مشاہدات وہ باتیں ہیں جن میں عقل احساس کے بعد حکم لگائے جیسے آفتاب (سورج) روشن ہے، آگ گرم ہے۔ ان کو محسوسات کہتے ہیں۔ پھر احساس دو قسم کا ہوتا ہے ظاہری یا باطنی۔ ظاہری کی مثال پہلے گذر چکی ہے اور باطنی جیسے عقل کا یہ حکم کہ ہمارے اندر ڈر یا غصہ پایا جاتا ہے یا وہ باتیں جن کا تعلق ہماری سوچ سے ہے۔ ان باتوں کو "وجدانیات" کہتے ہیں۔

۴۔ مجربات

مجربات وہ باتیں ہیں جو بار بار دیکھنے اور محسوس کرنے سے معلوم ہوں جیسے یہ بات کہ کونین بخار کے لیے مفید ہے۔

۵۔ حدسیات

حدسیات وہ باتیں جو کسی بات کے مشاہدہ سے فوراً ذہن میں آجائیں جیسے یہ بات کہ چاند کا نور سورج کے پرتو سے ہے۔

۶۔ متواترات

وہ باتیں جن کے بتانے والے اتنے کثیر ہوں کہ ان کی کہی ہوئی بات پر یقین ہو جائے۔ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ مشاہدہ کی بات ہو اور بتانے والے کی خبر کا انتہاء مشاہدہ پر ہو۔

۷۔ محسوسات

محسوسات میں وہم کا حکم بھی یقینی ہوتا ہے۔

ظنی مقدمات کی چار قسمیں ہیں

۱۔ **مسلّمات** وہ باتیں ہیں جو دوسرے علوم میں ثابت کی جائیں مگر اس جگہ ان پر کوئی دلیل قائم نہ کی جائے۔

۲۔ **مشہورات** وہ ہیں جن پر جماعتِ کثیرہ متفق ہو یا سب متفق ہوں یا ایک جماعت متفق ہو جیسے معبود

ایک ہے۔ عدل اچھا ہے۔ تسلسل محال ہے۔

شہرت کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ **مصلحت عامہ:** جیسے عدل اچھا ہے۔ ظلم بُرا ہے۔

۲۔ **انسانی مزاج کی مطابقت:** جیسے کمزوروں کی معاونت قابلِ ستائش ہے۔

۳۔ **انسانی عادت کی موافقت:** جیسے ہندوؤں کے ہاں یہ کہنا "ذبح کرنا" برا ہے اور دوسرے کہتے ہیں برا نہیں۔ یہ اختلاف عادت کی وجہ سے ہے۔

۴۔ **حمیت:** جیسے یہ قول کہ برہنگی قبیح ہے۔

۵۔ **شریعت کی موافقت:**

کبھی کبھی مشہور اور بدیہی کلام میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اگر عادت اور ادب سے الگ ہو کر غور کیا جائے تو بدیہی میں تو حکم وہی باقی رہتا ہے مگر مشہور میں کبھی حکم سچا ہوتا ہے اور کبھی جھوٹا۔

جو قیاس (دلیل) مسلمات اور مشہورات سے بنے اس کو جدل کہتے ہیں۔ اس سے غرض مقابل کو الزام دینا ہوتا ہے اور جو یقینی باتیں سمجھ کے اس کو قائل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۳۔ **مقبولات:** جو ایسے لوگوں سے منقول ہوں جن کے بارہ یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ جیسے اولیاء، علماء، نیک لوگ اور حکما۔

۴۔ **مظنونات:** جن میں قرائن کی بنا پر حکم لگایا جائے جیسے بادل دیکھ کر بارش کا حکم لگانا۔ جو قیاس (دلیل) مقبولات اور مظنونات سے مرکب ہو اس کو خطابت کہتے ہیں۔

اور ایک قسم وہمیات کی ہے:

وہمیات ان کو کہتے ہیں جن میں محسوس پر غیر محسوس کا حکم لگایا جائے۔ جو دلیل وہمیات سے مرکب ہو اس کو مغالطہ اور سفسطہ کہتے ہیں۔

پس دلیل صورت کے لحاظ سے دو قسم پر ہے ایک یقینی اور وہ قیاس ہے۔ دوسری ظنی اور وہ استقرا اور تمثیل ہے اور مادہ کے لحاظ سے اس کی چار قسمیں ہیں:۔

ایک برہان جو یقینیات سے مرکب ہو۔

دوسری ظنی (جو مسلمات۔ مشہورات) (مقبولات و مظنونات) سے مرکب ہو۔

تیسری وہی جو وہمیات سے مرکب ہو۔

چوتھی شعری جو مخیلات سے مرکب ہو۔

شرعی دلیل کے دو پہلو ہیں:

ایک ثبوت کا۔ اس لحاظ سے دلیل دو قسم پر ہے۔ ایک متواتر۔ دوسری غیر متواتر۔ متواتر قطعی ہوتی ہے اور غیر متواتر ظنی ہوتی ہے مگر قرائن کی بنا پر کچھ اخبار واحدہ بھی یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ جس خبر واحد پر امت کا اجماع ہو وہ یقینی ہوتی ہے اور اسی طرح جس خبر واحد کی صحت پر اجماع ہو وہ بھی یقینی ہے۔

خبر واحد کی یہ تین قسمیں تو یقین کا فائدہ دیتی ہیں اور باقی اقسام ظنی ہوتی ہیں۔

شرعی دلیل کا دوسرا پہلو اس کی دلالت کا ہے یعنی اس دلیل سے جو مفہوم سمجھا جاتا ہے کیا یقیناً وہی مراد ہے یا کہ نہیں؟ معتزلہ اور اکثر اشعری یہ کہتے ہیں کہ دلیل سمعی سے یقین حاصل نہیں ہوتا کیوں کہ یقین کے لیے مندرجہ ذیل امور کی ضرورت ہے:

۱۔ جو الفاظ منقول ہیں ان کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ انہیں معانی کے لیے موضوع ہیں جو ہم سمجھتے ہیں۔

۲۔ پھر یہ بھی علم ہو کہ متکلم نے یہی معانی مراد لیے ہیں۔

پہلی بات کے لیے ضروری ہے کہ لغت نقل کی جائے اور نحو کے قواعد اور صرف کے مسائل نقل کیے جائیں۔ یہ تینوں باتیں اصولی طور پر خبر آحاد سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کے فروع کو انہی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ خبر واحد اور قیاس دونوں ظنی دلیلیں ہیں۔

دوسری بات (کہ متکلم کی مراد یہی معانی ہیں) کا علم مندرجہ ذیل باتوں پر موقوف ہے:

(۱) یہ الفاظ پہلے معانی سے دوسرے معانی کی طرف منتقل ہوئے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا استعمال اور معانی میں ہوتا ہو۔ بعد میں دوسرے معانی کی طرف منتقل ہو گئے ہوں اور اہل لغت نے بعد والے معانی کو نقل کر دیا ہو۔

(۲) یہ الفاظ مذکورہ معانی اور دیگر معانی میں مشترک نہ ہوں کیوں کہ اشتراک کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ دوسرے معانی مراد ہوں۔

(۳) یہ الفاظ مجازی معنے میں مستعمل نہ ہوں کیوں کہ مجازی معنے میں استعمال کی صورت میں حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتے۔

(۴) یہاں کوئی لفظ مقدر ہو کیوں کہ مقدر ہونے کی صورت میں معنی بدل جاتا ہے۔

(۵) تخصیص نہ ہو کیوں کہ تخصیص کی صورت میں بعض معنی مراد ہوگا نہ کہ کل۔

(۶) تقدیم و تاخیر نہ ہو کیوں کہ تقدیم و تاخیر کی صورت میں بھی معنے میں فرق پڑ جاتا ہے۔

یہ سب باتیں جن کا ذکر ہوا ہے ان کی نفی یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے۔

(۷) پھر ان سب باتوں کے بعد اس امر کا بھی علم ہونا چاہیے کہ یہاں کوئی دلیلِ عقلی اس معنی کے خلاف نہیں کیوں کہ عقلی دلیل کے معارض ہونے کی صورت میں عقلی دلیل نقلی پر مقدم ہوگی کیوں کہ تعارض کی صورت میں دونوں پر عمل ممکن نہیں۔

اگر نقل کو عقل پر مقدم کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اصل (عقلی دلیل) فرع (نقلی دلیل) سے باطل ہو جائے کیونکہ عقل اصل ہے اور نقل فرع، جب اصل باطل ہوا تو اس سے فرع بھی باطل ہوئی مگر معارض عقلی کا نہ ہونا یقینی نہیں کیوں کہ عدمِ علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس میں بھی معدوم ہو۔

پس جب یہ بات ثابت ہوئی کہ نقلی ادلّہ کی دلالت ان امورِ ظنیہ پر موقوف ہے تو ثابت ہوا کہ ادلۂ نقلیہ کی دلالت ظنی ہے کیوں کہ فرع اصل سے بڑھ نہیں سکتی۔

دوسرے فریق کا یہ مذہب ہے کہ ادلۂ نقلیہ سے یقین حاصل ہوتا ہے لیکن اس یقین کی بنا ان قرائن پر ہوتی ہے جو مشاہدہ میں آتے ہیں یا متواتر ہوتے ہیں۔ ان قرائن سے مذکورہ احتمالات کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ عقلیات کے بارہ میں نقلیات سے یقین حاصل ہونا یقینی نہیں۔ جن لوگوں نے دلائل نقلیہ سے یقین کا پیدا ہونا تسلیم کیا ہے۔ قرائن کی بنا پر کیا ہے۔ خواہ وہ قرائن مشاہدہ میں آئیں یا روایت سے ثابت ہوں۔ پس دلائلِ نقلیہ کا افادہ روایت پر موقوف ہوا ہے کیوں کہ عام طور پر وہ قرائن روایت سے نقل ہوتے ہیں اور روایت متواتر ہوتی ہے۔ پس ادلۂ نقلیہ سے یقین کا حاصل ہونا ممکن ہے۔

خبرِ رسولؐ ○ اس میں قرآن اور ملائکہ کی خبر بھی داخل ہے۔

خبرِ رسول (یعنی قرآن و حدیث) یقین کا فائدہ دیتی ہے یا نہیں؟ منطقی اس کو ظنی کہتے ہیں۔ اقسامِ مذکورہ میں سے اس (قرآن و حدیث) کو مقبولات میں داخل کرتے ہیں اور متکلمین کے نزدیک اس سے یقین حاصل ہو سکتا ہے مگر یہ یقین استدلالی ہے بدیہی نہیں۔ اس جگہ خبرِ رسول سے تین وجہ سے بحث ہوتی ہے:

اوّل اس کے ثبوت کے متعلق کہ واقعی یہ خبرِ رسول ہے۔ اس لحاظ سے خبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک متواتر اور جو بلا واسطہ سنی گئی ہو یا کسی قطعی واسطہ سے اس کا علم ہوا ہو۔ ایسی خبر کو ثبوت کے اعتبار سے یقینی کہتے ہیں۔ دوسری وہ جو صرف خبرِ واحد کے واسطہ سے ایسے قرینے کے بغیر آئی ہو جس سے یقین پیدا ہوتا ہے اس کو ظنی کہتے ہیں

دوم اس کی دلالت کے متعلق۔ اس میں صحیح بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی دلالت کبھی یقینی ہوتی ہے اور کبھی ظنی۔ دلالت کے لحاظ سے قرآن و حدیث کے الفاظ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دلالت کبھی ظنی ہوتی ہے، اور کبھی یقینی۔ اس دلالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اشعری اور معتزلہ قرآن و حدیث کی دلالت کو ظنی کہتے ہیں اور دوسرے کہتے ہیں کہ ان سے یقین آسکتا ہے

سوم اس امر کے متعلق کہ اس کا مضمون نفس الامر کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس میں منطقیوں اور متکلمین کا کا اختلاف ہے۔ منطقی اس کو ظنی کہتے ہیں اور متکلمین یقینی کہتے ہیں اور اس میں قرآن و حدیث دونوں برابر ہیں۔

سربلندیٔ اسلام اور استحکامِ پاکستان کا نقیب

روزنامہ ندائے ملّت لاہور

ایڈیٹر ـــــ مجید نظامی

تازہ ترین مصدقہ خبروں، بے لاگ ادارتی تبصروں اور پُرمغز مقالات

کے لیے ہمیشہ اپنے محبوب اخبار "ندائے ملت" کا مطالعہ کیجئے

مشتہرین حضرات کے لیے "ندائے ملت" پبلسٹی کا بہترین ذریعہ ہے۔

جنرل مینیجر: روزنامہ "ندائے ملت"

لیک روڈ ـــــ لاہور ـــــ فون: ۷۸/۷۷۶۶۱۶